تفسیر

آیۃ الکرسی

تصنیف

مولانا جلال الدین القاسمی

تفسیر آیۃ الکرسی

مصنف

مولانا جلال الدین القاسمی

نام کتاب ــــــــــ تفسیر آیۃ الکرسی

مصنف ــــــــــ مولانا جلال الدین قاسمی

بار اول ــــــــــ اپریل ۱۹۹۵ء

مطبع ــــــــــ برڈی پریس کلیان

تعداد ــــــــــ ۱۰۰۰

کتابت ــــــــــ محمد اکبر علی

قیمت ــــــــــ

ناشر

جمعیۃ اہلِ حدیث کلیان

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ
مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ
هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ :۔ اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ
ہے، جو قائم ہے اور سب کا قائم رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ لاحق ہوتی
ہے نہ نیند، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے کون
ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے وہ جانتا
ہے جو کچھ ان کے آگے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کی معلومات
میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جو چاہے، اس کی کرسی
آسمانوں اور زمین سب کو حاوی ہے اور ان کی حفاظت اس پر ذرا بھی

گراں نہیں اور وہ بلند اور عظیم ہے۔

فضیلتِ آیۃ الکرسی

یہ آیت آیۃ الکرسی کے نام سے مشہور ہے یہ بڑی عظمت والی آیت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو اس کا زیادہ علم ہے۔ آپ نے پھر یہی سوال کیا بار بار کے سوالات پر انھوں نے جواب دیا کہ آیۃ الکرسی۔ تو اللہ کے رسول نے فرمایا کہ ابو المنذر اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔

(صحیح مسلم)

صحیح بخاری میں کتاب فضائل القرآن اور کتاب الوکالۃ اور صفۃ ابلیس کے بیان میں ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ میں زکوٰۃِ رمضان کے مال پر پہرہ دے رہا تھا کہ شیطان آیا اور مال کو سمیٹ سمیٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا۔ تیسری مرتبہ اس نے بتلایا کہ اگر تو رات کو بستر

پر جا کر اس آیت کو پڑھ لے گا تو اللہ کی طرف سے تجھ پر ایک حفاظت کرنے والا مقرر ہوگا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ آسکے گا۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے، جو قرآن کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے وہ آیت آیۃ الکرسی ہے۔

ایک حدیث ہے، کہ اللہ کے اسمِ اعظم کے ذریعے جو دعا اللہ سے مانگی جائے وہ مقبول ہوتی ہے اور اسمِ اعظم تین سورتوں میں ہے سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ طٰہٰ۔

ہشام بن عمار خطیبِ دمشق فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ کی آیت آیۃ الکرسی ہے اور آلِ عمران کی پہلی آیت ہے اور طٰہٰ کی وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ ہے۔

آیۃ الکرسی کی افضلیت کا سبب

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیۃ الکرسی تمام آیاتِ قرآنیہ سے افضل کیوں ہے اور اس آیت میں ایسی کون سی زبردست قوت

چھپی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس کے پڑھنے والے پر سرکش شیاطین کا بس نہیں چلتا۔ تو جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی توحید خالص اور اس کی مکمل معرفت اس انداز سے پیش کی گئی ہے کہ اس کی نظیر اور کسی آیت میں نہیں ملتی۔ اور مسئلۂ توحید کی اہمیت اور عظمتِ شان کا عالم یہ ہے کہ دُنیا میں مبعوث کیے جانے والے تمام رسولوں کو یہی حکم دیا گیا کہ وہ انسانیت کے سامنے سب سے پہلا درس توحیدِ خالص کا رکھیں۔ توحید خالص کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ تمھیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول اس کے تعلق سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو کوئی بھی شرک نہ کرے اسے عذاب نہ

دے۔ میں نے کہا آپ فرمائیں تو لوگوں کو اس کی خوش خبری دوں، فرمایا نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کرلیں۔

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ توحیدِ خالص میں وہ طاقت و قوت موجود ہے کہ موحّد کو عذاب دوزخ سے بچا سکتی ہے اور جو چیز اتنی قوت والی ہے کہ عذاب دوزخ جیسی خوفناک چیز سے محفوظ کر دیتی ہے تو سرکش شیاطین وغیرہ کے شر سے بچانا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

آیۃ الکرسی میں دس مستقل جملے ہیں

پہلا جملہ ✻ اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ، جس کا معنیٰ ہے اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لفظ اِلٰہ کا مادہ ا ل ہ ہے اس مادہ سے جو الفاظ لغت میں آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

اَلِهَ الرَّجُلُ اِذَا تَحَيَّرَ — حیران و سرگشتہ ہوا

اَلِهْتُ اِلٰى فُلَانٍ اَيْ سَكَنْتُ اِلَيْهِ — اس کی پناہ میں جاکر میں نے سکون حاصل کیا۔

اَلَهَ الرَّجُلُ يَاْلَهُ — آدمی کسی مصیبت

اِذَا فَزِعَ مِنْ اَمْرٍ فَاَلَهَهُ غَیْرُہٗ۔ — یا تکلیف کے نزول سے خوف زدہ ہو اور دوسرے نے اس کو پناہ دی

اَلِهَ الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ اِتَّجَهَ اِلَیْهِ بِشِدَّۃِ شَوْقِهٖ اِلَیْهِ۔ — آدمی نے دوسرے کی طرف شدتِ شوق کی وجہ سے توجہ کی۔

اَلِهَ الْفَصِیْلُ اِذَا وَلَعَ بِاُمِّهٖ۔ — اونٹنی کا بچہ جو اس سے بچھڑ گیا تھا ماں کو پاتے ہی اس سے چمٹ گیا۔

لَاهَ یَلِیْهُ لَیْهًا وَلَاهًا اِذَا احْتَجَبَ وَارْتَفَعَ۔ — پوشیدہ ہوا مستور ہوا نیز بلند ہوا۔

ان تمام معانی مصدریہ پر غور کرنے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ "اَلِهَ یَأْلَهُ اِلٰهَۃً" کے معنیٰ عبادت (پرستش) اور اِلٰہ کے معنیٰ معبود کس مناسبت سے پیدا ہوئے۔

* انسان کے ذہن میں عبادت کے لیے اوّلین تحریک اپنی حاجت مندی سے پیدا ہوتی ہے وہ کسی کی عبادت کا خیال تک نہیں کر سکتا جب تک اسے یہ گمان نہ ہو کہ وہ اس کی حاجتیں پوری کر سکتا ہے خطرات اور مصائب میں اسے پناہ دے سکتا ہے اضطراب کی حالت میں اسے سکون بخش سکتا ہے۔

* پھر یہ بات کہ آدمی کسی کو حاجت روا سمجھے اس تصور کے ساتھ لازم و ملزوم کا تعلق رکھتی ہے کہ وہ اسے اپنے سے بالاتر سمجھے اور نہ صرف مرتبے کے اعتبار سے اس کی برتری تسلیم کرے بلکہ طاقت اور زور کے اعتبار سے بھی اس کی بالادستی کا قائل ہو۔

* پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سلسلۂ اسباب وعلل کے تحت جن چیزوں سے بالعموم انسان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور جن کی حاجت روائی کا سارا عمل انسان کی آنکھوں کے سامنے یا اس کے حدود علم کے اندر واقع ہوتا ہے ان کے متعلق پرستش کا کوئی جذبہ اس میں پیدا نہیں ہوتا مثلاً مجھے خرچ کے لیے روپے کی ضرورت ہوتی ہے میں جا کر ایک شخص سے نوکری یا مزدوری کی درخواست کرتا ہوں وہ میری درخواست کو قبول کر کے مجھے کوئی کام دیتا ہے اور اس کام کا معاوضہ مجھے دے دیتا ہے یہ سارا عمل چونکہ میرے حواس اور علم کے دائرے میں پیش آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس نے میری یہ حاجت کس طرح پوری کی ہے اس لیے میرے ذہن میں اس کے لائقِ پرستش ہونے کا وہم بھی نہیں گزرتا پرستش کا تصور میرے ذہن میں صرف اس

حالت میں پیدا ہوسکتا ہے جب کہ کسی کی شخصیت یا اس کی طاقت یا اس کی حاجت روائی واثر اندازی کی کیفیت پر راز کا پردہ پڑا ہوا ہو اسی لیے معبود کے معنیٰ میں وہ لفظ اختیار کیا گیا جس کے اندر رفعت کے ساتھ ساتھ پوشیدگی اور حیرانی و سرگشتگی کا مفہوم بھی شامل ہے۔

* پھر جس کے متعلق بھی انسان یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ احتیاج کی حالت میں حاجت روائی کرسکتا ہے خطرات میں پناہ دے سکتا ہے۔ اضطراب میں سکون بخش سکتا ہے اس کی طرف انسان کا اشتیاق کے ساتھ توجہ کرنا ایک امر ناگزیر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ معبود کے لیے اِلٰہ کا لفظ جن تصورات کی بناء پر بولا گیا وہ یہ ہیں

حاجت روائی، پناہ دہندگی، سکون بخشی، بالاتری و بالادستی ان اختیارات اور ان طاقتوں کا مالک ہونا جن کی وجہ سے یہ توقع کی جائے کہ معبود قاضی الحاجات (ضرورتوں کو پوری کرنے والا) پناہ دہندہ ہوسکتا ہے۔ اس کی ہستی کا پُراسرار ہونا یا منظر عام پر نہ ہونا انسان کا اس کی طرف مشتاق

ہونا۔ (الاسماء الحسنیٰ)

دوسرا جملہ * اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے

اَلْحَیُّ کا مطلب ہے، اپنے بل پر آپ زندہ، ازلی اور ابدی حیات اس کے سوا کسی کی بھی نہیں ہے اس کے علاوہ سب کی حیات عطائی ہے، عارضی ہے، موت آشنا ہے، اور فنا در آغوش ہے۔

القیوم مبالغہ کا وزن ہے اس کا مطلب ہے اپنے بل بوتے پر آپ قائم اور دوسروں کے قیام و بقاء کا ذریعہ اور واسطہ ہو وہ اپنے قیام اور بقاء میں غیر کا محتاج نہیں اس کے علاوہ ہر ایک اپنی پیدائش اور قیام و بقاء میں ہر آن اس کا محتاج ہے۔

تیسرا جملہ * لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اس کو نہ اونگھ لاحق ہوتی ہے نہ نیند، سِنَةٌ کے معنے اونگھ اور نَوْمٌ کے معنیٰ نیند کے ہیں۔

چوتھا جملہ * لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔

پانچواں جملہ* مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔

چھٹا جملہ* یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

یعنی اللہ کا علم ماضی اور مستقبل زمان و مکان سب پر حاوی ہے۔

ساتواں جملہ* وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ

برعکس اس کے لوگوں کی علمی پہونچ صرف اس حد تک ہے جس حد تک اللہ نے چاہا کہ وہ اس کے علم میں سے حصہ پائیں اس سے آگے کسی کی رسائی نہیں۔

آٹھواں جملہ* وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

اس کی کرسی زمین و آسمان سب پر حاوی ہے۔

عرش و کرسی

اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ کہاں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ وہ آسمان میں ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا

کہ کیا تم لوگ اُس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تم پر ایک ہوائے تُند بھیج دے۔

نیز ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان دعا میں اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ آسمان میں ہے اسی طرح کسی چھوٹے بڑے سے سوال کریں کہ اللہ کہاں ہے تو وہ اُنگلی اٹھا کر کہے گا کہ وہ آسمان میں ہے۔

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ آپ نے اس لونڈی سے جو آزاد کرنے کے لیے پیش کی گئی تھی۔ سوال فرمایا اَیْنَ اللہ (اللہ کہاں ہے) تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا فی السماء (آسمان میں)۔ نبیٔ پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ لونڈی ہے اگر فی السماء (اللہ آسمان

میں ہے) کا جملہ صحیح نہ ہوتا تو اللہ کے رسول اس لونڈی کو مومنہ نہ کہتے ہاں اتنا ضرور ہے کہ فی السماء کا مطلب فوق السماء (آسمان کے اوپر) ہے کیونکہ فی کا معنی فَوْقَ بھی ہوتا ہے جیسے فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ زمین کے اوپر چلو۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ آسمان کے اوپر کہاں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔

عرش الٰہی صرف ایک ہے قیامت کے روز بھی وہی عرش رہے گا۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ عام طور پر حاملینِ عرش یعنی عرش کو اٹھانے والے فرشتے چار رہا کرتے ہیں مگر قیامت کے روز ان کی تعداد آٹھ کردی جائے گی۔ جیساکہ سورۃ حاقہ میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝ یعنی قیامت کے روز عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس عرش کی صفت کہیں عظیم آئی ہے، کہیں کریم آئی ہے، کہیں مجید آئی ہے۔ اللہ کا عرش ایک حقیقی شے ہے جس سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے پہلے اس نے عرش ہی کو پیدا کیا۔ زمین و آسمان

کی پیدائش سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ کا یہ عرش اتنا بڑا ہے کہ ساری زمین اور سارے آسمان اس کے سامنے ایسے ہیں جیسے کہ میدان میں پڑا ہوا ایک چھلاّ۔ جب قیامت کے روز ساتوں آسمان یکے بعد دیگرے پھٹتے جائیں گے تو اللہ کا عرش کھلے بندوں نظر آئے گا۔

نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم اسی عرش کے نیچے سربسجود ہوکر تمام خلائق کی طرف سے بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کریں گے اسی عرش کے ارد گرد فرشتوں کے جتھے کے جتھے صف بستہ کھڑے اللہ کی حمد و ثناء تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے نظر آئیں گے میدانِ محشر میں عرشِ الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ سات آدمیوں کو قیامت کے دن اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کہیں اور سایہ نہ ہوگا۔ ایک تو انصاف کرنے والا حاکم، دوسرے وہ جوان جو جوانی کی امنگ سے خدا کی عبادت میں رہا۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہے۔ چوتھے وہ دو آدمی جنھوں نے اللہ کے لیے دوستی رکھی زندگی بھر دوست رہے اور دوستی ہی پر مرے۔

پانچویں وہ مرد جسے کسی مرتبہ والی خوب صورت عورت نے برے کام کے لیے بلایا لیکن اس نے یہ کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

چھٹے وہ آدمی جس نے اللہ کی راہ میں ایسے چھپا کر صدقہ کیا کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ ساتویں وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ عرش کا محتاج ہے کہ اگر عرش اس کے نیچے نہ رہے تو نعوذ باللہ وہ گر جائے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش تو کیا، ساری چیزوں سے بے نیاز ہے وہ اپنی قدرت سے عرش اور عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو سنبھالے ہوئے ہے۔

روایت ہے کہ حاملینِ عرش کو عرش اٹھانے کی طاقت اس وقت ہوئی ہے جب اللہ نے انہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنے کا حکم دیا ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ اللہ عرش پر کیسے مستوی ہے تو اس کا بہترین جواب وہی ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اللہ عرش پر کیسے مستوی ہے تو تھوڑی دیر آپ نے سر جھکایا اور پھر فرمایا کہ

الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب

والسوال عنه بدعة۔

کہ استواء معلوم ہے مگر استواء کی کیفیت نامعلوم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سلسلے میں سوال کرنا بدعت ہے اور آپ نے سائل سے فرمایا کہ تو مجھے گمراہ دکھائی دیتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ عرش کہاں ہے؟ تو صحیحین کی ایک روایت میں اس سوال کا جواب موجود ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ حصہ ہے اور اس کی چھت اللہ کا عرش ہے اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عرش جنت الفردوس کے اوپر ہے۔

عرشِ الٰہی کی طرح اللہ کی کرسی بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کرسی زمین و آسمان سے بے حد بڑی ہے اور عرش خود کرسی کے مقابلے میں بے انتہا بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ کرسی سے مراد علم ہے۔ دوسرے بزرگوں سے کرسی سے مراد دونوں

پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مروی ہے۔ حضرت ابو مالکؒ فرماتے ہیں کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین کرسی کے جوف میں ہیں اور کرسی، عرش کے سامنے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کرسی عرش کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے لوہے کا ایک حلقہ چٹیل میدان میں۔

مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں کرسی سے حکومت اور اقتدار مراد لیا ہے اسی وجہ سے انھوں نے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کا ترجمہ کیا ہے "کہ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے" ان کی دلیل یہ ہے کہ لفظ کرسی بالعموم حکومت و اقتدار کے لیے استعارے کے طور پر بولا جاتا ہے اردو زبان میں بھی اکثر کرسی کا لفظ بول کر حاکمانہ اختیارات مراد لیتے ہیں۔

نواں جملہ ❋ وَلَا يَئُودُهٗ حِفْظُهُمَا

زمین و آسمان کی حفاظت اس پر ذرا بھی گراں نہیں

"اد" يَئُودُ اَوْدًا کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا ایسا بھاری ہونا کہ اس کا سنبھالنا مشکل ہو جائے۔

دسواں جملہ ❋ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

علیّ کا مطلب ہے ہر چیز سے بالا و برتر جس کے سامنے سب پست ہیں اور عظیم کے معنٰی ہیں بزرگ جس کے سامنے سب حقیر ہوں۔

علو، عظمت، اور کبریائی میں فرق

یہ تینوں صفتیں قریب المعنیٰ ہیں بس ان کے درمیان تھوڑا سا فرق ہے عظمت اور کبریائی دونوں کے معنیٰ بڑائی کے ہیں لیکن کبریائی کا مفہوم نسبتاً کامل تر ہے اسی لیے نماز، اذان، اقامت کے الفاظ مشروعہ اور دیگر ادعیہ ماثورہ میں جا بجا اللہ کو کبریائی کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ نیز جاننا چاہیئے کہ تسبیح، تنزیہہ اور تعظیم دونوں کا تقاضا کرتی ہے تنزیہہ کا مطلب ہے اللہ کو تمام عیوب و نقائص سے منزّہ کرنا اور تعظیم کا مطلب ہے اس کے تمام محامد اور محاسن کا اثبات کرنا۔ پس علی کا مطلب ہوا کہ وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک اور بلند ہے اور تعظیم کا مطلب ہوا کہ جملہ تعریفات اور خوبیاں اس کے لیے ثابت ہیں۔

❋❋❋❋❋

دسوں جملوں میں باہمی ربط

پہلا جملہ:۔ اللہ ہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہ ایک دعویٰ ہے چونکہ سوال ہو سکتا تھا اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود کیوں نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا

دوسرا جملہ:۔ الحی القیوم اس دعوے کی دلیل میں لایا گیا یعنے اس کے علاوہ دوسرا کوئی معبود اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کیونکہ معبود کے لیے زندہ ہونا ضروری ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی حقیقی حیات سے متصف نہیں، سب کی زندگی مستعار ہے۔ فرض کیجئے کہ زید کو کسی مشکل کا سامنا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دور ہو اب وہ اپنی اس مشکل کو دور کرنے کے لیے کس کو پکارے کیا وہ ان ہستیوں کو پکارے جو قبروں میں ہیں جواب یہ ہے کہ نہیں کیونکہ جو ہستیاں قبروں میں ہیں وہ مُردہ ہیں، اور قرآن میں ہے: وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ مُردے اور زندے برابر نہیں ہو سکتے اور اگر ان کے لیے حیات کچھ تسلیم کر لیا جائے تو وہ حیات 'حیاتِ برزخی' ہے اور محتاج اور تہی دست ہو وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی

کیسے کر سکتا ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مُردہ زندگی کے بعد قبر میں آواز سُن سکتا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں۔ مثلاً اردو زبان والا اردو میں اپنی مشکل پیش کرے گا، جرمن جرمنی زبان میں، انگریز انگریزی زبان میں آواز دے گا۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ ایک ہی وقت میں سینکڑوں ہزاروں لوگ اپنی مشکلات اس کے سامنے پیش کردیں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات ایک ہی وقت میں سُن اور سمجھ لے گا یا اس کے لیے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی۔ چلو یہ بھی تسلیم کہ وہ ہستی ایک ہی وقت میں تمام مشکلات کو سن لیتی ہے مگر ایک شخص بولنے سے قاصر ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ ہستی اس کی دلی فریاد سُن لے گی؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔

ثابت یہ ہوا کہ معبود حقیقی وہی ہو سکتا ہے جو زندہ ہو تا کہ پکارنے والے کی آواز سُنے اور اس کی مشکلات دور کرے۔ اور اللہ زندہ ہے۔

پھر اس جگہ دو سوالات پیدا ہوتے تھے ایک تو یہ کہ اللہ جو زندہ ہے کیا وہ کبھی مر بھی سکتا ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا اس کی زندگی کی بقاء کا کوئی ذریعہ اور وسیلہ ہے؟ جیسا کہ مشرکین اپنے دیوتاؤں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ایک خاص قسم کا مشروب سوم رس پی کر زندہ رہتے ہیں۔

ان دونوں شبہات کا جواب الحیّ کے بعد القیوم کو لا کر دیا گیا ہے کہ اللہ وہ ہستی ہے جو ہمیشہ قائم اور باقی رہے گا وہ قائم بالذات ہے اور جس پر دوسروں کا قیام وبقاء موقوف ہے اور زندہ رہنے کے لیے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔

پھر ایک سوال پیدا ہوتا تھا کہ ٹھیک ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لیکن کیا اسے نیند آتی ہے اور اگر آتی ہے تو بندہ ایسے وقت میں اسے پکار رہا ہو جب اللہ نیند میں ہو تو اس کی پکار وہ کیسے سنے گا اور اس کی حاجت روائی کیسے کرے گا۔

اس کا جواب لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ سے دیا گیا ہے جس میں اونگھ اور نیند دونوں کی نفی کر دی گئی۔ سنۃ یعنی اونگھ کو پہلے لایا گیا ہے اور نوم یعنی نیند کو بعد میں لایا گیا کیونکہ اونگھ غفلت کی ابتداء ہے اور

نیند غفلت کی انتہا ہے اور اللہ غفلت کے تمام اثرات سے کمال درجہ پاک ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ کسی بندے کی پکار سن کر کسی مصلحت کے تحت فوراً اس کی حاجت روائی نہ کرے تو کیا کوئی ہستی کائنات میں ایسی ہے جو دھمکا کر یا ضد کر کے اللہ کو اس کی حاجت روائی پر مجبور کر دے اس سوال کا جواب لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ سے دیا گیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے وہ سب کا مالک ہے اور سب اس کے مملوک اور غلام ہیں اور غلام اور مملوک کی کیا مجال جو آقا سے ضد کر کے یا اس پر دھونس جما کر اس سے کوئی بات منوا سکے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ چلو ٹھیک ہے ضد کر کے یا دھونس جما کر کوئی اس سے کوئی بات نہیں منوا سکتا لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اللہ کا چہیتا، بزرگ، ولی، پیر، فقیر، کوئی مقرب بارگاہِ الٰہی اللہ کے حضور اس آدمی کی حاجت روائی کے بارے میں سفارش کر سکے تو اس سوال کا جواب مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ سے دیا گیا کہ اس کے حضور کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش

نہیں کر سکتا۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ ٹھیک ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکتا لیکن اگر وہ اجازت دیدے تب تو کر ہی سکتا ہے؟ اس کا جواب يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ سے دیا گیا ہے کہ اجازت کے بعد خدا کے سامنے کسی کے بارے میں سفارش کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خدا کی معلومات میں اضافہ کرنے جا رہا ہے یا یہ کہنے کی پوزیشن میں ہو کہ جس آدمی کے بارے میں وہ سفارش کرنے جا رہا ہے اس کے حالات کے بارے میں نعوذ باللہ اللہ کو پوری آگاہی نہیں ہے بلکہ اسے ہے۔

اللہ تعالیٰ سب کے آگے پیچھے اور اس کے ماضی و مستقبل اور ہر چیز سے باخبر ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کوئی اس کی معلومات میں اضافہ کیوں نہیں کر سکتا تو اس کا جواب وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ سے دیا گیا ہے کہ کسی ہستی کا بھی یہ درجہ و مرتبہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے کسی حصے کا احاطہ کر سکے اور دوسروں کو جو علم ملا ہے وہ اسی سے ملا ہے اور بس اتنا ہی ملا ہے جتنا اس نے از خود اپنے بندوں میں سے کسی کو دے دیا۔ اللہ کا علم لامحدود

اور دوسروں کا علم محدود ہے تو بھلا ایک محدود علم والا لامحدود علم والے کی معلومات میں کیسے اضافہ کر سکتا ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ ہو سکتا ہے آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسا گوشہ اور کونا ہو، جو اس کے دائرۂ اقتدار سے باہر ہو اور کوئی حاجت مند اس کو اس گوشے سے پکارے تو اس کی حاجت روائی وہ کیسے کرے گا تو اس کا جواب وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ سے دیا گیا ہے کہ یہ صورت نہیں کہ اس کی وسیع مملکت کے بعض گوشے ایسے ہوں جہاں اس کو اپنا اقتدار جمانے میں کامیابی نہ ہو رہی ہو بلکہ اس کا اقتدار آسمانوں اور زمین کے ہر گوشے اور ہر کونے پر حاوی ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اتنی بڑی کائنات کے نظام کو خوش اسلوبی سے چلانے اور اتنی بڑی سلطنت کو سنبھالنے میں اسے دشواری تو نہیں ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے معبودوں کو اپنا شریک اقتدار بنانے پر مجبور ہو تو اس کا جواب وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا سے دیا گیا ہے کہ وہ اکیلا ہی اپنی اس زمین و آسمان پر حاوی مملکت کا انتظام فرماتا ہے اور ذرا بھی اس کا بوجھ محسوس نہیں کرتا

کہ وہ کسی کی طرف سے ہاتھ بٹانے کا محتاج ہو۔

آخر میں فرمایا کہ اللہ علی اور عظیم ہے یعنی اس کی ہستی بہت ہی بلند اور بڑی ہی عظیم ہے اس کے علم، اس کی قدرت اور اس کی وسعت کو اپنے محدود پیمانوں سے نہ ناپو یہیں سے اس کے بارے میں گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں اور شرک کی راہیں کھلتی ہیں۔

ختم شد